ترجمہ قرآن کریم از مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کا علمی جائزہ

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر ☆

Maulana Thana Ullah Amritsary (1868-1948) was an eminent Muslim scholar of his times. Originated from Kashmir, his family migrated to Amritsar (Eastern Punjab) where he devoted himself to religious education. He was considered one of the best orators and debators of his time. He wrote 131 books, most of them were in condemnation of Arya Samaj and Qadianiayat. His critical approach was even admired by his arch rivals. I took a fulsome review of the services rendered by Maulana Amritsary about translation of Quran.

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ:

حضرت مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسریؒ نے ایک نازک اور پرآشوب دور میں دین حق کی خدمت، اشاعت کتاب وسنت، کفروشرک کا قلع قمع کرنے، مسلمانوں میں علمی، سیاسی اور مذہبی اتحاد و یک جہتی کا احساس پیدا کرنے کے لیے ۱۸۶۸ء میں اس عالم فانی میں آنکھیں کھولیں۔ اُن کی پیدائش حریت پسندوں کے مشہور شہر امرتسر میں ہوئی (۱)۔

آپ کا تعلق کشمیری پنڈتوں کے منٹو خاندان سے تھا۔ اصل وطن کشمیر کا علاقہ ڈور تحصیل اِسلام آباد (انت ناگ) ضلع سرینگر تھا۔ آپ کے والد ماجد شیخ خضر جو پشمینہ کی تجارت کرتے تھے ۱۸۶۰ء میں ڈوگرہ راج کی ستم کاریوں سے تنگ آ کر بغرض تجارت امرتسر چلے آئے اور وہیں سکونت اختیار کی (۲)۔

سات سال کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ مولانا کے بڑے بھائی رفوگری کا کام کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی کو بھی اس فن سے روشناس کروایا۔ آپ نے

☆ ڈائریکٹر، سیرت چیئر، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور۔

محنت اور ہونہاری سے جلد ہی اس فن میں مہارت حاصل کرلی۔(۳)

مولانا کی زندگی میں انقلاب لانے والے اوران کی تعلیم وتعلم کی طرف رغبت دلانے والے ایک عالم تھے جو اپنا ایک قیمتی چغہ رفو کروانے کے لیے اُن کے پاس آئے۔آپ نے چغہ مہارت کے ساتھ رفو کیا، وہ اس پر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مولانا سے دینی باتیں چھیڑ لیں۔ مولانا امرتسریؒ کے معقول جوابات سن کروہ عالم بہت زیادہ متاثر ہوئے تو انہوں نے مولانا سے پوچھا کہ آپ نے کہاں تک تعلیم حاصل کی؟ تو مولانا کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ اس عالم کو جواب دیا کہ میں پڑھا لکھا تو نہیں ہوں۔میری کم سنی میں ہی والدین فوت ہو چکے تھے اس لیے پڑھ نہیں سکا۔انہوں نے فرمایا: تم بہت ذہین ہو، حصول علم کی صلاحیت بھی موجود ہے، اگر تم نے اپنے آپ کو دینی علوم سے مزین نہ کیا تو خود پہ ظلم کرو گے۔یہ کہہ کروہ تو چلے گئے لیکن اس نوجوان کے ذہن میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہوگیا۔انہوں نے رفوگری کے ساتھ ساتھ ابتدائی کتابوں کا سبق مولانا احمد اللہؒ سے شروع کیا۔(۴) تھوڑے ہی عرصے میں خدا داد ذہانت کی بنا پر شرح جامی، قطبی اور چند دیگر کتابیں پڑھ لیں۔رفوگری کو ترک کر کے استاد پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔۱۸۸۹ء میں مولانا امرتسریؒ نے حدیث کی سند حاصل کرلی۔ پھر انہوں نے شیخ الکل حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ کی شاگردی اختیار کی۔ پھر سہارنپور کے مدرسہ مظاہر العلوم میں تحصیل علم کے لیے گئے اور وہاں سے سند حاصل کرنے کے بعد آپ دیوبند چلے آئے۔اسی طرح انہوں نے ہندوستان میں مولانا احمد حسن کانپوریؒ سے فیض حاصل کیا۔مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کو ہندوستان کے تین مدارس جو کہ تین مسالک، اہل حدیث، دیوبندی اور بریلوی مکتب فکر کے نمائندہ تھے، سے فارغ التحصیل ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔تعلیم سے فراغت پائی تو مولانا احمد اللہ امرتسریؒ نے انہیں مدرسہ تائیدالاسلام میں صدر مدرس کی حیثیت سے بلالیا(۵)۔پھر ۱۸۹۸ء میں مدرسہ اسلامیہ مالیر کوٹلہ میں تشریف لے گئے۔وہاں بھی صدر مدرس کے فرائض سرانجام دیے۔ ۱۹۰۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا(۶)۔

مولانا کے اندر قدرت کی طرف سے ہی مناظرے کی خداداد صلاحیت موجود تھی۔انہیں جب رفوگری سے فرصت ملتی تو پادریوں، آریوں اور دیگر غیر مسلم سکالرز سے مذہبی گفتگو ومباحثے چھیڑ

لیتے، مدلل دلائل اور خوش بیانی سے اکثر حریف کو قائل کر لیتے (۷)۔

خود مولانا کا بیان ہے کہ ''میری طبیعت طالب علمی کے زمانے سے ہی مناظروں کی طرف مائل تھی، اس لیے تدریس کے علاوہ عیسائی، آریہ اور قادیانیوں کے علم الکلام اور کتب مذہبی کی طرف متوجہ ہوا، بفضلہ تعالیٰ میں نے ان میں کافی واقفیت حاصل کر لی'' (۸)۔

حضرت مولانا امرتسریؒ تخلقوا باخلاق اللّٰہ کی سچی تصویر تھے۔ مخالف وموافق، دوست ودشمن کے ساتھ احسان ومروت سے پیش آتے تھے۔ عفو ودرگزر اور انتقام نہ لینا آپ کی اعلیٰ صفات میں شامل تھا۔ آپ مجلس کے آداب کا بہت زیادہ خیال کرتے تھے۔ آپ کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو اعلیٰ وممتاز جگہ پر بیٹھنے کی کوشش نہ کرتے۔ اگر اہل مجلس آپ کو امتیازی جگہ پر بٹھانا چاہتے تو بھی عام طور پر انہیں کے ساتھ فرش پر بیٹھ جاتے۔ اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو عیادت کے لیے تشریف لے جاتے اور اگر کسی کی مالی حالت کمزور ہوتی تو اس کی بڑے پیارے انداز میں مدد فرما دیتے تھے (۹)۔

آریہ سماج نے مسلمانوں کے خلاف شدھی کی تحریک چلائی اور اپنی اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے انہوں نے ہندوستان میں ہندو دھرم کے پرچار کے لیے شاخیں کھول دیں۔ اُن کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو یا تو ہندو بنالیا جائے یا پھر ختم کر دیا جائے۔ مولانا امرتسریؒ نے اس سلسلے میں ایک طرف کلکتہ، حیدرآباد دکن اور دوسری طرف مدراس تک کے دور دراز علاقوں کے سفر اختیار کیے اور اس تحریک کو ناکام کر دیا (۱۰)۔

مولانا ثنا اللہؒ ایک کثیر التصانیف عالم تھے۔ آپ کی علمی کاوشوں کی تفصیل یوں ہے۔

نمبر شمار	موضوعات	تعداد
۱۔	تفاسیر قرآن مجید ومتعلقات	۷
۲۔	تردید عیسائیت	۶
۳۔	تردید آریہ	۳۲
۴۔	تردید قادیانیت	۳۶

۵۔	تردید مقلّدین جامدین	۱۱
۶۔	حمایت اہلحدیث	۵
۷۔	تنقیدی کتب	۱۰
۸۔	عامۃ المسلمین اور اسلامی کتب	۹
۹	علمی وادبی تصانیف	۱۵
	میزان جملہ کتب	۱۳۱

مولانا امرتسری کی تفسیری خدمات:

مختلف میدانوں میں بیک وقت کام کرنے کے ساتھ ساتھ اور مختلف فرقوں سے چومکھی لڑائی لڑنے کے ساتھ ساتھ مولانا تفسیر نویسی جیسی عظیم وجلیل دینی خدمت سے غافل نہ رہے بلکہ قرآن کی مختلف انداز سے باقاعدہ ۴ تفسیریں اردو وعربی میں لکھیں۔اس کے علاوہ علوم القرآن پر متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ جو چار تفسیریں لکھی ہیں۔ ان میں دو عربی میں اور دو اردو زبان میں ہیں۔ دو پایہء تکمیل کو پہنچ کر بہت مقبول ہوئیں اور دو ناقص ہی رہ گئیں۔(۱۲)

ا۔تفسیر ثنائی (اُردو):

ہندوستان میں لکھیں گئی تفاسیر مسلمانوں کو قرآن سمجھنے میں مدد تو ضرور دیتی تھیں، لیکن یہ نہ سمجھاتی تھیں کہ ان کے دین وعقیدہ پر مذکورہ فرقوں کے اعتراضات کا جواب کسی طرح دیا جائے۔ آریہ،عیسائی اور قادیانی کو لاجواب کس طرح کیا جائے۔

مولانا ثناء اللہ چونکہ مناظر اسلام تھے، ان کا مختلف فرقوں سے ہر وقت واسطہ رہتا تھا، اسلام کے دفاع میں ان سے چومکھی لڑائی لڑتے۔ لہٰذا انہوں نے تفسیر ثنائی میں قاری کی قرآن فہمی کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی پورا پورا جواب فراہم کر دیا ہے کہ وہ مخالفین اسلام کا (منکرین حدیث،آریہ وعیسائی وغیرہ) مسکت ومدلل جواب دے سکے اور ان کی بھرپور گرفت کر سکے۔(۱۳)

تفسیر ثنائی آٹھ جلدوں میں متعدد بار شائع ہوکر کافی شہرت ومقبولیت حاصل کر چکی ہے۔اس کے مجموعی صفحات ۱۵۰۰ سے زائد ہیں، اس کا پہلا ایڈیشن، حسب ہدایت مولانا امرتسری ۱۳۱۳ھ

میں امرتسر سے شائع ہوا۔

اس طرح ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء میں تفسیر ثنائی کی پہلی جلد منظر عام پر آئی اور ۲۹ رمضان ۱۳۴۹ھ/۸ فروری ۱۹۳۱ء کو اس تفسیر کی آخری جلد شائع ہو کر پایہء تکمیل کو پہنچی۔اس تفسیر کو عوام وخواص دونوں میں بے حد قبول عام حاصل ہوا، یہ تفسیر مختصر مگر جامع ہے اور اس میں مناظرانہ ومتکلمانہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔(۱۴)

۲۔تفسیر القرآن بکلام الرحمان (عربی):

آپ نے اس تفسیر میں قرآن مجید کی تفسیر قرآن مجید سے کی ہے ،بعض جگہ احادیث اور دوسری تفاسیر کے حوالے بھی دیئے ہیں۔دنیا بھر کے علماء نے اس تفسیر پر آپ کو خراج تحسین پیش کیا بعض مدارس نے اسے داخل نصاب کرلیا۔جامعۃ ازہر، قاہرہ کے نصاب میں بھی شامل رہی۔

۳۔آیاتِ متشابہات:

اس کتاب میں تفسیر کے آداب، اسالیب اور اصول وقواعد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۴۔ بیان القرآن علی علم البیان (عربی):

اسے آپ نے عربی ادب، علوم لسانیہ، صرف ونحو، لغت، معانی وبیان وغیرہ کو پیش نظر رکھ کر لکھا۔تفسیر کے شروع میں متعدد اصول وقواعد کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کی مثالیں قرآن سے دی گئی ہیں۔تاہم یہ نادر تفسیر مکمل نہ ہوسکی۔

۵۔تفسیر بالرائے (اُردو):

۶۔بُرھان التفاسیر بجواب ''سلطان التفاسیر'':

یہ تفسیر پادری سلطان محمد پال کی سورۂ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کے ابتدائی سولہ رکوع پر مشتمل تفسیر ''سلطان التفاسیر'' کا جواب ہے۔ جولائی ۱۹۳۳ء تا مئی ۱۹۳۵ء اِکیاسی (۸۱) قسطوں میں مجلّہ ''اہل حدیث'' امرتسر میں شائع ہوتی رہی۔

۷۔تشریح القرآن:

اس کتاب میں قرآن کریم کے چیدہ چیدہ مقامات کی بڑی عمدہ تشریح کی گئی ہے(۱۵)۔

مولانا امرتسریؒ ان تصنیفات کے علاوہ درس قرآن کا بھی اہتمام کرتے تھے جیسا کہ وہ خود

کہتے ہیں ''میں روزانہ نماز فجر کے بعد درسِ قرآن دیتا جو ایک گھنٹے تک جاری رہتا'' جس مسجد میں درس دیتے وہ مولانا کے رہائشی مکان کے سامنے تھی (۱۶)۔

مولانا فرماتے ہیں ''یوں تو میری سب تصنیفات قرآن ہی کی خدمت میں ہیں مگر خاص تفسیر نویسی سے بھی میں غافل نہیں رہا۔ روزانہ درس قرآن کے علاوہ پہلے میں نے تفسیر ثنائی غیر مسبوق طرز لکھی جو آٹھ جلدوں میں ختم ہو کر ملک میں شائع ہو چکی ہے'' (۱۷)۔

آپ فتویٰ دیتے ہوئے قرآن وسنت کو سامنے رکھتے تھے۔ اِن فتاویٰ پر مشتمل ''فتاویٰ ثنائیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ جو دو جلدوں میں مطبوع ہے۔ انہوں نے جماعت اہل حدیث کو منظم کرنے کا سب سے پہلے پروگرام بنایا پھر اس کے بعد ہندوستان کے مختلف شہروں اور صوبوں میں اہل حدیث انجمنوں اور جماعتوں کے قیام کا بھی اہتمام کیا۔ مولانا ثناء اللہؒ امرتسری کی قیادت میں جمعیت علمائے ہند، مسلمانان ہند کی سیاسی راہنمائی کے لیے وجود میں آئی ۔ مولانا ایک عرصہ تک ندوۃ العلماء کے بھی رکن رہے۔ وہ کبھی کبھی قومی مجلسوں میں بھی شرکت کرتے تھے، اسی طرح تقابل مذاہب کے سلسلہ میں کسی مجلس یا جلسہ کا اہتمام ہوتا تو وہ اس میں بھی شریک ہوجاتے (۱۸)۔

انگریز نے جب ہندوستان کو ہندوستانیوں کے حوالے کرنے کا اعلان کردیا تو مولانا ثناء اللہؒ امرتسری نے ایسے ناسازگار حالات میں بھی رواداری کا ثبوت دیتے ہوئے امن کمیٹیوں کے ساتھ پورا تعاون کیا۔ محلّہ محلّہ جاکر لوگوں کو پرامن رہنے کی تلقین کی۔ پھر ایسا وقت آگیا کہ مسلمانوں کے خون سے بے مثال ہولی کھیلی گئی۔ ان ہنگامی حالات میں اجلاس ہوتے رہے۔ ایک جلسے میں مولانا اور ان کا بیٹا شریک تھے کہ بم دھماکہ سے ان کا بیٹا شہید ہوگیا۔ وہ اپنے اس اکلوتے بیٹے کا خود جنازہ پڑھانے اور دفنانے کے بعد اور اپنا ایک بہت بڑا کتب خانہ ہندوستان میں ہی چھوڑ کر لاہور ہجرت کر آئے۔ بعد ازاں سرگودھا سکونت اختیار کر لی۔ ان کے امرتسر سے نکلنے کے بعد ان کے گھر بار اور کتب خانہ کو لوٹ کر آگ لگادی گئی۔ مولانا پاکستان آکر بھی تبلیغی مشن کو عملی جامہ پہناتے رہے۔ ۱۲ فروری ۱۹۴۸ء کو ان کے دائیں جانب پر فالج ہوا۔ حملہ اتنا شدید تھا کہ ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو اس دار فانی کو الوداع کہہ گئے (۱۹)۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

ثنائی ترجمہ کا جائزہ:

پاک وہند میں قرآن حکیم کے اردو تراجم کے آغاز کار سے عام طور پر دو طرح کی ترتیب کے تراجم رائج ہوئے ایک قسم تحت اللفظ تراجم کی، دوسری قسم بامحاورہ تراجم کی ہے۔ دوسری قسم میں اسلوب کے ابلاغ کو اصل اہمیت حاصل ہوتی ہے اور قرآن حکیم کے پیغام کو اس کے زور بیان کے ساتھ اردو میں منتقل کرنے کی کوشش کارفرما ہوتی ہے۔ تراجم میں سلاست وروانی کے باعث قاری کے لیے قرآن کا پیغام سمجھنا آسان ہوتا ہے، دوسری زبان میں تراجم کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے، تاہم ان بامحاورہ تراجم میں دشواری یہ ہوتی ہے کہ ان میں قرآن مجید کے الفاظ کہیں اور ان کا ترجمہ کہیں اور کیا جاتا ہے، جس سے قاری کے لیے یہ جاننا مشکل ہوجاتا ہے کہ وہ جن الفاظ کا ترجمہ پڑھ رہا ہے وہ الفاظ کیا ہیں؟ یہ دشواری تحت اللفظ تراجم کے قارئین کو پیش نہیں آتی۔ اس اسلوب کی نمائندہ تفاسیر میں بامحاورہ تراجم بھی دوطرح سے اختیار کیے گئے ہیں، ایک قرآن حکیم کے بین السطور درج ہوتے ہیں جیسے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ مرحوم کے یہاں نظر آتا ہے(۲۰)۔

پہلی بار مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا یہ ترجمہ قرآن، تفسیر ثنائی کے ساتھ سات جلدوں میں طبع ہوا(۲۱)۔ بعد ازاں مولانا داؤد راز مرحوم نے مولانا ثناء اللہ کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد صرف ترجمہ یکجا شکل میں مرتب کر کے شائع کرایا

مولانا تفسیر ثنائی کے مقدمہ کے اختتام پر ایک الگ فصل میں اس ترجمہ کے بارے فرماتے ہیں۔

''چونکہ میری غرض اصلی اس تحریر سے صرف یہ ہے کہ عوام اہل اسلام قرآن کریم کے مطالب سے واقف اور آگاہ ہوں، اس لیے میں نے ترجمہ کرتے ہوئے الفاظ عربیہ کی پابندی نہیں کی یعنی یہ نہیں کہ جو لفظ پیچھے ہو اس کا ترجمہ بھی پیچھے کروں، بلکہ عربی محاورہ کو ہندی محاورہ میں لایا ہوں۔ اس امر کی بھی پابندی نہیں کی کہ جملہ اسمیہ کا ترجمہ جملہ اسمیہ میں ہی ادا کروں بلکہ مطلب اس کا جس جملہ میں باعتبار محاورۂ اُردو پایا، ادا کیا(۲۲)۔

حضرت مولانا امرتسریؒ نے اپنی تفسیر ثنائی میں یہ اسلوب بیان اختیار کیا کہ قرآن مجید کا بامحاورہ ترجمہ آیات قرآنیہ کے تحت تحریر فرمایا اور دوسرے کالم میں انہی آیات کی تفسیر کی اور سب کے نیچے حواشی کا اندراج فرمایا جن میں بیشتر مخالفین اسلام کے مسکت جوابات ہیں(۲۳)۔ جو طرز مولانا امرتسری نے تفسیر ثنائی میں اپنایا، اردو لکھی جانے والی تفاسیر میں نہیں پایا جاتا، بقول مولانا:

''میرا یہ طرز بیان پہلے اردو تفسیر میں نہیں آیا۔جس نے اختیار کیا وہ میرے بعد غالباً دیکھ کر کیا ہے۔''(۲۴)

اِستفادۂ عوام کی خاطر اگرچہ کئی تراجم اور محشّٰی قرآن طبع ہو چکے ہیں لیکن ان میں سے بعض ترجمے اور حواشی قرون مشہود لہا بالخیر کی روشنی میں محل نظر ہیں۔بعض تقلیدی جمود کا شکار ہیں اور بہت غلط عقیدہ پیش کرتے ہیں۔

جس طرح کہ اس آیت کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا گیا ہے۔

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً ﴾(۲۵)

''(اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر ناظر)۔''(۲۶)

ایسا ترجمہ جب ایک سادہ دل انسان اپنے گھر میں پڑھے گا تو اس کے عقائد واعمال کا کیا حال ہوگا۔

جب کہ مولانا ثناء اللہؒ امرتسری کے ترجمے میں صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعینؒ کے عقائد واعمال کی عکاسی پائی جاتی ہے۔اب مولانا امرتسریؒ کے ترجمے کے لغوی ،ادبی اور ظرفی اعتبار سے مختلف پہلو زیر بحث لایا جاتا ہے۔

لغوی ترجمے کی خصوصیات:

﴿ وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَاo وَالْأَرْضِ وَمَا طَحٰهَاo وَنَفْسٍ وَّمَا سَوَّاهَا ﴾(۲۷)

مولانا امرتسریؒ نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔(اور قسم ہے آسمانوں کی اور جس نے اس کو بنایا ہے اور قسم ہے زمین کی اور جس نے اسے پھیلا دیا اور قسم ہے ہر نفس کی اور جس نے اسے ٹھیک کیا)۔(۲۸)

''مـا'' دوطرح کا ہوتا ہے۔موصولہ اور مصدریہ اکثر مترجمین نے ''مـا'' کو مصدری معنوں میں لیا ہے پھر اس کا ترجمہ یوں ہوگا۔قسم،زمین اور اس کے بچھائے جانے کی قسم اور نفس اور اس کے ہموار کیے جانے کی قسم ۔لیکن یہ معنی اس لیے درست نہیں کہ ان تین آیات کے بعد اسی لحاظ سے یہ ترجمہ ہوگا''پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیز گاری اس پر الہام کردی۔''

جبکہ مولانا امرتسریؒ نے یہاں پر "ما" کو "من یاالذی" کے معنی میں لیا ہے وہ ان فقروں کا مطلب یہ لیتے ہیں جس نے آسمان کو قائم کیا جس نے زمین کو بچھایا اور جس نے نفس کو ہموار کیا۔ یہی مطلب درست ہے۔

ادبی ترجمہ:

﴿ لِإِيْلَافِ قُرَيْش O إِيْلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِO ﴾(۲۹)

قریش کو سردی گرم کے سفر سے الفت رکھنے پر تعجب ہے۔(۳۰)

ایلاف سے پہلے جو لام آیا ہے یہ عربی محاورے کے مطابق تعجب کے معنی میں ہے مثلاً عرب کہتے ہیں لزیدو صنعنابه ہمارے نیک سلوک کے بعد زید نے جو رویہ اختیار کیا ہے اس پر ہمیں تعجب ہے۔ یہ رائے اخفش، کسائی اور فراء کی ہے، اسی رائے کو ابن حریر نے ترجیح دی ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ترجمہ اسی محاورہ کے مطابق کیا گیا ہے۔(۳۱)

﴿ تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّO ﴾(۳۲)

(جوش والے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور ٹوٹ چلے)(۳۳)

اس آیت کے معنی میں بعض مترجمین نے کوسنے اور بددعا دینے کا مفہوم دیا ہے)۔

درحقیقت یہ کوئی کوسنا نہیں ہے جو اس کو دیا گیا ہو بلکہ ایک پیشگوئی ہے جس میں آئندہ پیش آنے والی بات کو ماضی کے صیغوں میں بیان کیا گیا ہے گویا اس کا ہونا ایسا یقینی ہے جیسے وہ ہو چکی اور فی الواقع آخر کار وہی کچھ ہوا جو اس سورۃ میں چند سال پہلے بیان کیا جا چکا۔

مولانا ثناء اللہؒ اس لحاظ سے منفرد ہیں انہوں نے ابی لہب کا معنی بجائے نام کے جوش والے سے کیا اور یوں اپنے ترجمہ میں ابولہب کو اس کی کنیت کے ساتھ نہیں لکھا۔

اسم ظرف:

﴿ وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍOعَيْناً يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴾(۳۴)

(اور اس کی ملاوٹ تسنیم کے خالص پانی سے ہوگی۔ وہ ایک چشمہ ہوگا جس پر خدا کے مقرب بندے پانی پئیں گے)(۳۵)

مولانا امرتسریؒ کے ترجمے میں یکسانیت ہے یعنی انہوں نے لفظ "بھا" میں "ب" کو بطور

ظرف (یعنی جگہ) کے معنی میں لیا ہے۔ مطلب یہ کہ ایسی جگہ جس پر (بیٹھ کر) پئیں گے جبکہ دیگر مترجمین نے اس "ب" کو بمعنی "سے" لیا ہے یعنی ایسی جگہ جس سے نکال نکال کر پئیں گے۔

گو یہاں پر دونوں طرح کے ترجمے درست ہیں مگر واضح رہے کہ ظرفیت کے لیے "ب" کا استعمال اَز روئے عربیت بہت معروف ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مے نوشی کے لوازم میں ایک لازمہ اس کا لب ہونا بھی ہے چنانچہ "ب" کو بطور ظرف لیتے ہوئے اس طرح کا ترجمہ کرنا (جس طرح مولانا ثناء اللہؒ نے کیا) اپنے اندر دُہرا حسن رکھتا ہے(۳۶)۔

اسی طرح ﴿ فَلاَ أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴾ (۳۷) (قسم ہے غروب کے وقت کی روشنی کی) (۳۸)

مولانا ثناء اللہؒ کے اس ترجمے میں ایک نئی قدر مشترک ہے جبکہ شفق کا ترجمہ دیگر مترجمین نے شفق ہی کیا، حالانکہ کے مترجم کی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآنی الفاظ کا مناسب الفاظ میں ترجمہ ضرور کرے۔ واضح رہے اردو لغت میں شفق کے درج ذیل معنی ہیں۔

"سرخی جو طلوع آفتاب سے بیشتر صبح کو اور غروب آفتاب کے بعد شام کو نمودار ہوتی ہے"

مولانا امرتسریؒ نے قرآنی الفاظ کا مناسب الفاظ میں ترجمہ کیا ہے(۳۹)۔

اسلوب بدیع:

علماء معانی نے لکھا ہے اگرچہ فعل کی اصل یہ ہے کہ وہ معروف ہو لیکن کلام عرب میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ فاعل کو حذف کر کے فعل مجہول استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے مختلف وجوہ واسباب ہوتے ہیں۔ مثلاً.......... فاعل اتنا مشہور ہوتا ہے کہ اس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے ﴿ خُلِقَ الإِنسَانُ ضَعِيفاً ﴾ (۴۰) (انسان کی خلقت (عموماً) ضعیف ہے) (۴۱)

خداوند عالم کی ہستی بحیثیت خالق کے اتنی مشہور ہے کہ اسے ذکر میں نہیں لایا گیا اور مفعول (مخلوق) انسان کو نمایاں کرنے کے لیے صیغہ مجہول سے اکثر کا اعلان کر دیا گیا کہ انسان فطری طور پر کمزور ہے۔

یہاں مولانا امرتسریؒ نے قرآن کے مقصد کو اور زیادہ اُبھارنے کے لیے خلق جو متقدی ہے، اس کا ترجمہ فعل لازم کر دیا۔ فعل لازم معروف ہوتا ہے، مجہول نہیں ہوتا، اس لیے مجہول کی بجائے

معروف کا ترجمہ کرنا ضروری ہوگا۔

مولانا امرتسریؒ کا ترجمہ یہ ہے ''کیونکہ انسان کی خلقت (عموماً) ضعیف ہے۔'' جو بات مقصد کے طور پر کہنا چاہتے ہیں وہ پوری طرح واضح ہوگئی اور ایک نظر میں یہ بات ذہن میں بیٹھ گئی کہ انسان ضعیف اور کمزور ہے۔

فعل مجہول لانے کی غرض کبھی یہ ہوتی ہے کہ فاعل کو برا سمجھے اور اسے حقیر قرار دینے کے لیے اس کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا جاتا جیسے ﴿ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الأُمُورُ ﴾ (۴۲) (اگر تیری تکذیب کرتے ہیں تو (کوئی بات نہیں) تجھ سے پہلے کئی رسولوں کی تکذیب ہوئی اور سب کام خدا ہی کی طرف پھرتے ہیں) (۴۳)

یہاں ''ترجع الامور'' کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے ''اور طرف اللہ کے پھیرے جاتے ہیں سب کام۔'' قرآن کریم میں پھیرنے والے اور لوٹانے والے خدا کو مشہور ہونے کی وجہ سے ذکر میں نہیں لایا گیا تا کہ پڑھنے والے کا ذہن فوری طور پر مفعول (امور) کی طرف پہنچ جائے۔

مولانا امرتسریؒ نے اس مقصد کو اور زیادہ اُبھارنے کی خاطر فعل متعدی کو بمعنی لازم لیا اور مجہول کو معروف قرار دے کر ترجمہ کر دیا ''اور سب کام خدا ہی کی طرف پھرتے ہیں۔'' اب قاری کے ذہن میں بطور مقصد بغیر کسی تاخیر کے اور بغیر کسی رکاوٹ کے یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ تمام معاملات تمام اعمال برے اور بھلے سب اللہ ہی کے حضور پھرتے ہیں۔ ﴿ وَأُحْضِرَتِ الأَنفُسُ الشُّحَّ ﴾ (۴۴) (اور ہر نفس کو اپنے فائدے کا لالچ ہے) (۴۵)

قرآن حکیم کو اس فقرہ میں اصل بات یہ بتانی ہے کہ انسان کو حرص و ہوس چمٹی رہتی ہے کیونکہ یہ اس کی فطرت اور جبلت میں ڈالی گئی ہے، کی ضرورت ہیں۔

مولانا امرتسریؒ نے اپنے عام اسلوب کے مطابق ''احضرت''، فعل متعدی کو فعل لازم کے معنی میں لیا اور پھر فعل معروف کا ترجمہ کیا۔ مولانا امرتسریؒ کے ترجمہ کا مطلب یہ بنتا ہے کہ انسانی نفوس کے سامنے حرص حاضر رہتی ہے، کسی وقت غائب نہیں ہوتی۔

اس بلیغ قرآنی فقرہ کا اس سے بلیغ ترجمہ اور کیا ہوسکتا ہے۔

مجازی معنی کی رعایت:

الف ۔ کنایہ:

﴿ وَلاَ تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلاَ تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ ﴾(۴۶)

(اور (یہاں یہ بھی خیال رہے کہ) نہ (تو بالکل) اپنے ہاتھوں کو گردن سے باندھ رکھا کرو (کہ کسی کو پھوٹی کوڑی نہ دو) نہ بالکل کھلا چھوڑ دیا کرو)(۴۷)۔

یہاں ہاتھ گردن سے باندھنا اور کھولنا کنایہ ہے۔کنایہ قرآن مجید میں کثرت سے استعمال کیا گیا ہے اور ترجمہ میں بھی اس بات کا خیال کرنا کلام الٰہی کے معجزانہ شان میں بلندی ہوتی ہے۔ کنایہ میں لفظ کے لازم معنی مراد ہوتے ہیں، اس کی مثال ﴿ وَلَا تَمْشِ فِيْ الْأَرْضِ مَرَحاً ﴾ (۴۸) (اور زمین پر اتراتا ہوا نہ چلا کر)(۴۹)

یہاں اِتراتے ہوئے چلنے کا اشارہ تکبر کی طرف ہے، یعنی اِترانے کا کنایہ تکبر کے لیے استعمال کیا۔

ب ۔ استعارہ:

استعارہ مختصر تشبیہ کا نام ہے۔بعض دفعہ کمال مشابہت کی وجہ سے مشبہ کو عین مشبہ بہ قرار دیا جاتا ہے، یہی استعارہ ہے۔جیسا کہ ﴿ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ﴾(۵۰) (ہم نے چراغوں (یعنی ستاروں) کے ساتھ ورلے آسمان (آسمان دنیا) کو مزین کیا ہے)(۵۱)

یہاں ستاروں کو بطور استعارہ چراغوں سے تشبیہ دی ہے۔

ج۔تشبیہ کا استعمال:

﴿ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴾(۵۲)

(پھر وہ اپنی گھاٹی سے نہیں گزرا (یعنی فرائض ادا نہیں کیے))(۵۳)

وہ گھاٹی "فك رقبة" غلاموں کی گردن آزاد کرانا ﴿ أَوْ إِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴾ اور تکلیف کے زمانے میں قرابت دار یتیموں کو ﴿ يَتِيْماً ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ أَوْ مِسْكِيْناً ذَا مَتْرَبَةٍ ﴾ (۵۴) (اور خاک نشین مسکینوں کو کھانا کھلانا)(۵۵)

یہاں چھڑانا گردن کا یا کھلانا بھوک کے دن میں۔غلاموں کا آزاد کرنا، یہ سب کام انسانی

نفس پر بہت شاق گزرتے ہیں ۔ان کاموں کو قرآن گھاٹی سے گزرنا قرار دے رہا ہے۔گھاٹی لفظ
یہاں پر مشکل کاموں کے لیے تشبیہ ہے۔

تفسیری لطائف ومحاسن:

حروف تاکید،حرف قصر۔

مولانا امرتسریؒ حروف تاکید اور قصر کے ترجمے میں بڑا مؤثر اسلوب اختیار فرماتے ہیں۔

﴿ وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾(۵۶)

(اور کافروں کا بول پست کردیا (وہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے مقابلے میں بالکل ناکام رہے) اور اللہ کا بول ہمیشہ بالا ہے)(۵۷)

''وہی بلند ہے'' میں ہیشگی کے معنی نہیں ہیں مگر مولانا کے ہاں ہیشگی کا مفہوم ہے۔ان کا ترجمہ ہے،''اللہ کا بول ہمیشہ بالا ہے'' یہ حصر کی مثال ہے۔

حرف تاکید کی مثال:

﴿ نَبِّئْ عِبَادِيْ أَنِّيْ أَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ (۵۸)((پس اے نبی!) تو میرے بندوں کو اطلاع دے میں بڑا ہی بخشنے والا،مہربان ہوں)(۵۹)

حرف تاکید ''انیّ'' کا ترجمہ ''بڑا ہی'' کرکے آیت کے ترجمہ کو کتنا بلند اور فصیح کیا اور تاکیدی معنوں کو بھی برقرار رکھا۔﴿ وَأَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيْمُ ﴾ (۶۰)(اور (یہ بھی بتلادے کہ) میرا عذاب بھی بڑا ہی دردناک ہے)(۶۱)

یہاں پر تاکیدی معنی ''أنّ'' کے بڑا ہی کرکے ترجمہ میں ایجاز بھی پیدا کیا اور ترجمہ میں برجستگی ہے۔

ضمیروں کا استعمال:

ضمیروں کے معاملے میں مولانا امرتسریؒ کا اسلوب خاص یہ ہے کہ ایجاز واختصار کے پیش نظر ضرورت ضمائر کی تکرار ایک ہی آیت میں ترجمہ کو لطافت سے خالی کردیتی ہے۔

﴿ وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ

تَنظُرُونَ ﴾(٦٢)
(اور جب تمھارے لیے ہم نے دریا کو پھاڑ ا پس تم کو (ڈوبنے سے) بچایا اور (تمھارے دشمن) فرعونیوں کو تمھارے دیکھتے ہی دیکھتے (اسی میں) غرق کردیا) (٦٣)

یہاں پر مولانا ثناء اللہ نے فرقنا میں ضمیر کو ترجمہ میں ظاہر کیا پھر انجینا اور اغرقنا میں ضمیر کو ظاہر نہیں کیا اگر وہ بار بار ''ہم'' کا ترجمہ کرتے تو ضمائر کی تکرار ترجمہ کی لطافت کو ختم کردیتی۔

﴿ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّور ﴾ (٦٤)(اور (سنو) جب ہم نے تم پر پہاڑ (کو) اونچا کھڑا کر کے تم سے وعدہ لیا (کہ تورات پر عمل کرنا)) (٦٥)

یہاں پر بھی اخذنا کی ضمیر کو ایک دفعہ "ھم" لفظ سے ظاہر کیا پھر رفعنا میں ضمیر کو ظاہر نہیں کیا جو اسلوب کے حسن کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔

حروف تمنی وترجی:

﴿ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (٦٦)(تاکہ تم بچ جاؤ (گھبراؤ نہیں)) (٦٧)

البقرہ میں یہ آیت قرآن میں چھ جگہ آئی ہے۔

﴿ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (٦٨)(تاکہ تمھارا بھلا ہو) (٦٩)

تمام قرآن میں یہ فقرہ گیارہ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

﴿ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ (٧٠)(تاکہ تم غور و فکر کرو (اور مضر سے بچ کر مفید کی طرف آؤ)) (٧١)۔

یہ فقرہ صرف دو جگہ آیا ہے۔

﴿ لَعَلَّهُم يَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ (٧٢)(تاکہ وہ نصیحت پائیں) (٧٣)۔

تین جگہ آیا ہے۔

لعلّ کا ترجمہ تمام حضرات نے شاید کے معنی میں کیا ہے۔ شاید میں شک واحتمال کا مفہوم ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال کرنا شک کے معنی پیدا کرتا ہے۔

اُمید اور آرزو وہ کرتا ہے جو مستقبل کی طرف سے بے خبر ہوتا ہے اور جس کو کسی چیز پر

قدرت حاصل نہیں ہوتی جبکہ اللہ ہر شے پر قدرت کاملہ رکھتا ہے پھر اس کی طرف اظہار تمنا کے کیا معنی۔(۷۴)

اللہ تعالیٰ کے کلام میں توقع اور امید کے الفاظ کیوں ہیں؟ وہ تو سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اوّل بات یہ کہ کلام الٰہی میں وہی محاورے اور بول چال کا وہی طریقہ استعمال کیا جو عام طور پر انسان سمجھتے اور بولتے ہیں۔ چونکہ شاید "لعل" کا ترجمہ کریں تو اس سے شک کا احتمال پیدا ہوتا ہے اس لیے مولانا امرتسریؒ لعل کا ترجمہ تاکہ تحقیق کے معنی میں دیے ہیں جو ذہنوں کے ہر شک کو ختم کرتا ہے۔

صنعت مشاکلت:

حرف مکر کا استعمال:

﴿وَمَكَرُواْ وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ﴾ (۷۵) اور یہودیوں نے (مسیح کی ایذا کے لیے طرح طرح کے) مخفی داؤ کیے، خدا نے ان سے داؤ کیا، خدا سب داؤ کرنے والوں سے اچھا ہے۔(۷۶)

مولانا امرتسریؒ نے اس ترجمہ سے صنعت مشاکلت کی بڑی اچھی وضاحت پیش کی ہے۔انہوں نے مخفی داؤ کیے، خدا نے ان سے داؤ کیا۔ اس کا مطلب طاقت کا اظہار ہے۔ دشمنوں کو یہ بتانا ہے کہ وہ خدا کو عاجز اور مغلوب نہ سمجھیں، اس کے پاس جبر وقہر کی طاقت بھی بھر پور ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک چالاک دشمن کو اس کی چالاکیوں سے آگاہ کرنے اور اسے باز رکھنے کے لیے یہی انداز بیان مؤثر ہوسکتا ہے۔ ہر زبان میں اس طرح کا اسلوب مستعمل ہوتا ہے۔ یہاں پر مولانا نے مکر کا ترجمہ داؤ کرتے ہوئے بتایا کہ اللہ نے اپنے اور اپنے دشمن کے لیے ایک ہی لفظ کا استعمال کیا تاکہ جیسا فعلاً انتقام لینا ہو ساتھ ہی قولاً (زبان سے) بھی انتقام لینا ظاہر ہو۔ ہمارے ہاں اردو میں ایسے ہی موقعوں پر ایسا انداز اختیار کیا جاتا ہے "وہ بڑا چالاک بنتا ہے تو ہم بھی اس کم نہیں ہیں۔" "اس نے ہمیں دھوکہ دیا، ہم اسے سمجھیں گے۔"

کید کا استعمال:

﴿ وَأُمْلِيْ لَهُمْ إِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴾ (۷۷) (ہم انہیں تھوڑی سی مہلت دے رہے ہیں

ہمارا داؤ مضبوط ہے)(۷۸)

﴿ وَتَاللَّهِ لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُم بَعْدَ أَن تُوَلُّوا مُدْبِرِينَ ﴾ (۷۹)(واللہ! میں تمھارے ان بتوں سے تمھارے جانے کے بعد ایک داؤ کروں گا)(۸۰)

﴿ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ ﴾ (۸۱)(اللہ کافروں کی تدبیریں چلنے نہ دے گا)(۸۲)

یہاں مولانا امرتسریؒ ان تمام آیات میں بلا تکلف کید کا ترجمہ داؤ کیا تاکہ اصل کلام میں صنعت مشاکلت کا جو زور بیان موجود ہے، وہی ترجمہ کے اندر بھی برقرار ہے۔

استہزا کا استعمال:

﴿ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ ﴾ (۸۳)(اللہ ان سے مسخری کرے گا)(۸۴)۔

منافقین کہتے ہیں۔

﴿ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ﴾ (۸۵)(مسلمانوں سے)تو ہم صرف مسخری کرتے رہتے ہیں)(۸۶)

اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا ''اللہ ان سے ہنسی کرتا ہے'' اس جواب کا مطلب وہ ہے ،جو اس طرح ادا کیا گیا ہے۔

﴿ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ. الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلٰهاً آخَرَ ﴾(۸۷)
(ٹھٹھے بازوں کو جو (محض حماقت سے) اللہ کے ساتھ اور معبود بناتے ہیں، ہم تیری طرف سے کافی ہیں)(۸۸)۔

ہنسی مذاق سے خدا تعالیٰ پاک ہے جس طرح مکر وفریب کے عمل سے پاک ہے لیکن وہ دشمنوں کے لفظوں میں ہی ان کا جواب دے رہا ہے کیونکہ اصل کلام میں صنعت مشاکلت ہے۔مولانا ثناء اللہؒ نے اسی زور بیان کو برقرار رکھا۔

اصول محاورہ کی پابندی:

مولانا امرتسریؒ کہیں قرآن کے لفظی معنی کا خیال کرتے ہیں لیکن کبھی اس جگہ محاورہ استعمال کرتے ہیں ۔مولانا امرتسریؒ نے مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ نہایت سادہ انداز میں بیان کرتے

ہوئے اُردو کے محاورہ کی چاشنی کے ساتھ ادا کیا۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ ﴾(۸۹)

(اے مسلمانو! خدا لگتی منصفانہ گواہی دیا کرو)(۹۰)

یہاں اردو محاورہ خدا لگتی منصفانہ گواہی، سچی بات اور انصاف کی بات کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس لیے انہوں نے اس محاورہ کو یہاں پر استعمال کیا ہے۔ ﴿ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ﴾ (۹۱) (ہماری نوشت سے کوئی باہر نہیں)(۹۲)

یہاں انہوں نے اردو محاورہ "نوشت سے باہر ہونا" کا استعمال کیا جو کہ تمام کچھ لکھے جانے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ انہوں نے نوشت سے باہر ہونے کے محاورہ کو بہت خوبصورت انداز میں اپنے ترجمہ میں بیان کیا ہے۔

﴿ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴾(۹۳)

(اور تم اس کی آیات کی شیخیاں بگھارتے ہو)(۹۴)

شیخیاں بگھارنا کا محاورہ قرآن کریم کے تَسْتَكْبِرُون کے لغوی معنی کے قریب ہے جو کہ ترجمہ کے اجمال میں اضافہ کا باعث بنا ہے۔

﴿ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ﴾(۹۵) (اور آپس میں (بے جا) تنازع نہ کیا کرو، ورنہ تم پھسل جاؤ گے اور تمھاری ہوا اُکھڑ جائے گی)(۹۶)

یہاں پر مولانا امرتسریؒ نے قرآن مجید کی آیت ۔ھب ریحکم جو کہ عرب میں محاورہ کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے، انہوں نے محاورہ کی ترکیب کو اردو محاورہ کی ترکیب میں بھی استعمال کیا ہے۔عرب میں یہ تذھب ریح اس وقت بولا جاتا تھا جب معاملہ انسان کے ہاتھ میں نہ رہتا اور وہ بدحواس پھرتا اور کچھ نہ کر پاتا۔اسی طرح اردو میں ہوا اُکھڑ جانے کا مطلب ہے۔

محکم اور متشابہ آیات کا مطلب:

﴿ الر آه كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ﴾(۹۷)

((سچ سمجھو کہ) اس کتاب کے احکام (مضبوط اور) محکم ہیں)(۹۸)

﴿ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ ﴾(۹۹)

(پھر جب صاف (اور بے لاگ) سورت نازل ہوتی ہے)(۱۰۰)

﴿ هُوَ الَّذِیْ أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَات ﴾ (۱۰۱)

(اسی نے تیری طرف کتاب اُتاری ہے جس میں سے بعض احکام واضح ہیں، یہی ہیں اصل کتاب اور دوسرے کچھ ملے جلے ہیں (متشابہات))(۱۰۲)

مولانا امرتسریؒ کے پاس اُحْكِمَتْ اور مُحْكَمَات کا ترجمہ بالکل اچھوتا اور نرالا ہے یعنی مضبوط، صاف بے لاگ اور واضح کے ہیں اور متشابہات کے معنی متشابہ کے بجائے ملے جلے کے کیے ہیں۔ جو یہ مطلب دیتے ہیں قرآن مجید واضح آیات اور دوسری آیات کے ساتھ ملا جلا ہے جو مل کر ایک واضح اور پختہ مطلب دیتا ہے۔ معانی کے لحاظ سے اکثر آیات ملے جلے اور مطالب رکھتی ہیں۔ ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے یہی مراد مولانا امرتسری کے ترجمہ کی ہے۔

عصیٰ اور نسی کا ظاہر تضاد برقرار رکھا:

﴿ وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى ﴾ (۱۰۳)

(اور آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی پس وہ بھٹک گیا)(۱۰۴)

﴿ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ﴾ (۱۰۵)

(پھر وہ بھول گیا اور ہم نے اس کو مضبوط نہ پایا)(۱۰۶)

مولانا امرتسریؒ کے ترجمے میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ مختلف آیات کے درمیان سطحی نظر میں جو تضاد اور اختلاف ہوتا ہے وہ ترجمہ سے دور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ طٰہٰ میں حضرت آدم علیہ السلام کے ''درخت کھانے'' کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ''فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا'' (پھر وہ بھول گیا اور ہم نے اس کو مضبوط نہ پایا) پھر اُس کے چند آیات بعد آیت نمبر ۱۲۱ میں کہا ''وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى (اور آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی پس وہ بھٹک گیا)۔ پہلی آیت میں قرآن نے حضرت آدم علیہ السلام کے اس فعل کو نسیان و بھول اور کمزوری قرار دیا ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی صفائی ہے اور فطری کمزوری کا اظہار ہے۔

دوسری آیت میں اس فعل کو عصیان اور غوایت کے سخت ترین الفاظ استعمال کیے۔ خدا

تعالیٰ کے ہاں نسیان کے بعد آدم علیہ السلام کا فعل بھول بھی گویا عصیان کے برابر تھی۔

حسنات الابرار سیئات المقربین کے مصداق عام لوگوں کی بھول بھی عام ہی ہوتی ہے، اس کے نتائج زیادہ خطرناک نہیں ہوتے۔ البتہ ذمہ دار لوگوں کی ذراسی بھول اور معمولی لغزش بھی اثرات کے اعتبار سے بڑی بھاری ہے، یہ مقصد مولانا امرتسریؒ نے برقرار رکھا۔

حکمت کے معنی:

مولانا لغوی معنی کا بہت خیال کرتے ہیں۔

﴿ وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ﴾(۱۰۷)

(تم کو پاک کرتا ہے اور تم کو کتاب (آسمانی) اور تہذیب (روحانی) سکھاتا ہے)۔(۱۰۸)

﴿ وَمَا أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ ﴾(۱۰۹)

(جو تمھاری طرف کتاب اور تہذیب الحکمت اُتاری ہے)(۱۱۰)

﴿ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ ﴾(۱۱۱)

(اور اللہ نے داؤد کو ملک دیا اور تہذیب سکھائی)(۱۱۲)

﴿ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْراً كَثِيراً ﴾(۱۱۳)

(جس کو چاہے سمجھ دیتا ہے اور جسے سمجھ ملے (کہ میں خدا کا کہاں تک محتاج ہوں) تو اسے بہت سی بھلائی مل گئی)(۱۱۴)۔

قرآن میں کتاب کے ساتھ حکمت کا لفظ بولا گیا ہے اور متعدد موقعوں پر یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ لغت میں حکمت کے معنی مندرجہ ذیل ہیں۔

اس کا مادہ حکم ہے جس کے معنی متعدد ہیں حکم باب نصر سے فیصلہ دینا۔ واپس آنا، منع کرنا، باب کرم سے مصدر حکمۃً دانشمند ہونا۔ اسی سے حکم جمع احکام فیصلہ۔ دانائی قانون کے معنی میں آتا ہے حکمۃ جمع حکم بمعنی انصاف، دانائی، کام کی درستگی اور تہذیب کے لیے آتا ہے۔(۱۱۵)۔

مولانا امرتسریؒ نے شروع سے آخر تک اس کا لحاظ رکھا ہے کہ لفظ حکمت کے ترجمہ میں اس کے لغوی معنی کی جھلک موجود رہے، بامحاورہ بھی رہے اور ساتھ یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ اللہ کے رسول

کتاب الٰہی کے ساتھ جو باتیں بتاتے ہیں وہ تہذیب کے لحاظ سے نہایت ہی پختہ باتیں ہیں۔

﴿ یٰسٓ. وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْم ﴾(۱۱٦)

(قسم ہے (اس الہامی کتاب) باحکمت قرآن کی) (۱۱۷)

﴿ الٓرٰ تِلْکَ آیَاتُ الْکِتَابِ الْحَکِیْمِ ﴾ (۱۱۸)

(یہ سورت باحکمت کتاب کے حکم ہیں) (۱۱۹)

﴿ ذٰلِکَ نَتْلُوهُ عَلَیْکَ مِنَ الآیَاتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ ﴾(۱۲۰)

(اے (محمد رسول اللہ ﷺ) یہ قصہ جو ہم تجھ کو سناتے ہیں (خدا کی) نشانیاں (ہیں) اور حکیمانہ نصیحت ہے) (۱۲۱)۔

حکیم کا لفظ جب کتاب کی صفت واقع ہوتا ہے تو اس موقع پر مولانا امرتسریؒ نے اس کا ترجمہ باحکمت اور حکیمانہ نصیحت کا کیا ہے۔

مفعول مطلق:

مفعول مطلق تاکید فعل کے لیے آتا ہے جس کی وجہ سے معنی میں ایک بہت خوبصورت تنوع پیدا ہوتا ہے جب کہ مولانا امرتسریؒ کے ترجمہ میں مفعول مطلق کا ترجمہ تاکیدی معنوں میں نہیں ہے اگر شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمہ میں دیکھا جائے تو وہ مفعول مطلق کا ترجمہ اتنے خوبصورت انداز میں کرتے ہیں جو معنی میں بہت خوبصورت تنوع پیدا کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

﴿ فَالزَّاجِرَاتِ زَجْراً ﴾(۱۲۲) (قسم ہے سخت زجر کرنے والوں کی) (۱۲۳)۔

شاہ عبدالقادر محدث کا ترجمہ: (قسم ہے ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر) (۱۲۴)۔

﴿ إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ ﴾ (۱۲۵) (ہاں! ان میں سے کوئی کسی بات کو اُچک لے) (۱۲٦)۔

شاہ عبدالقادر کا ترجمہ: (مگر جو اُچک لایا جھپ سے) (۱۲۷)۔

﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّیَاطِیْنَ عَلَی الْکَافِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا ﴾ (۱۲۸)

(کیا تو دیکھتا نہیں کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر مسلط کر رکھا ہے وہ ان کو (برائیوں پر) اُکساتے ہیں) (۱۲۹)۔

شاہ عبدالقادر کا ترجمہ: (تو نے نہیں دیکھا کہ ہم نے چھوڑ رکھے ہیں شیطان منکروں پر؟ اُچھالتے ہیں ان کو اُبھار کر)(۱۳۰)۔

﴿ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّاباً ﴾(۱۳۱) (اور کھلی تکذیب کرتے ہیں)(۱۳۲)۔

شاہ عبدالقادر کا ترجمہ: (اور جھٹلائیں ہماری آیتیں مکر کر)(۱۳۳)

ہم اُردو کے چند مقبول تراجم میں سے چند آیات کے تراجم پیش کرتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ان کے مترجمین نے مفہوم کو اصل روح کے ساتھ کس حد تک اپنے ترجمے میں منتقل کیا ہے۔آغاز ﴿ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْمِ ﴾ (۱۳۴) کے تراجم کے تقابل سے کرتے ہیں:

۱۔ مولانا مودودیؒ اس کا ترجمہ فرماتے ہیں: ''اللہ کے نام سے جو رحمان ورحیم ہے۔''(۱۳۵)

۲۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ترجمہ فرمایا: ''اللہ کے نام سے جو الرحمٰن اور الرحیم ہے۔''(۱۳۶)

۳۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے یوں ترجمہ فرمایا: ''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''(۱۳۷)

ان تراجم پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مودودیؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ نے تسمیہ میں سے صرف بسم اللہ کا ترجمہ فرمایا ہے جبکہ الرحمٰن اور الرحیم کے کلمات بلا ترجمہ ہیں، اس سے قاری اللہ تعالیٰ کے ان اسماء حسنیٰ میں موجود معنیٰ کی گہرائی اور لطافت تک نہیں پہنچ پاتا۔

مزید ملاحظہ فرمایئے:

﴿ قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِيْ السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّواْ وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ...الخ ﴾ (۱۳۸)

۱۔ مولانا مودودیؒ نے اس آیت مبارکہ کا بامحاورہ ترجمہ یہ کیا ہے:

''یہ تمھارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اُٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں۔لو ہم اسی قبلے کی طرف تمھیں پھیرے دیتے ہیں، جسے تم پسند کرتے ہو۔مسجد حرام کی طرف رُخ پھیر دو۔اب جہاں کہیں تم ہو اسی کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرو''(۱۳۹)

۲۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے یہ ترجمہ کیا ہے:

"(اے پیغمبر) ہم دیکھ رہے ہیں کہ (حکم الٰہی کے شوق وطلب میں) تمھارا چہرہ بار بار آسمان کی طرف اُٹھ اُٹھ جاتا ہے، تو یقین کرو، ہم عنقریب تمھارا رُخ ایک ایسے ہی قبلہ کی طرف پھرا دینے والے ہیں جس سے تم خوشنود ہو جاؤ گے۔ (اور اب کہ اس معاملہ کے ظہور کا وقت آ گیا ہے) تو چاہیے کہ تم اپنا رُخ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لو، اور جہاں کہیں بھی تم اور تمھارے ساتھی ہوں، ضروری ہے کہ (نماز میں) رُخ اسی طرف کو پھر جایا کرے" (۱۴۰)

۳۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے یہ ترجمہ کیا ہے:

"تیرے منہ کا آسمان کی طرف پھرنا ہم دیکھ رہے ہیں۔ پس تجھ کو ہم اسی کعبہ کی طرف پھیریں گے جسے تو پسند کرتا ہے۔ پس اپنا منہ عزت والی مسجد کی طرف پھیرا کر اور جہاں کہیں تم ہو اپنا رُخ اسی کی طرف کیا کرو" (۱۴۱)

اس آیت میں موجود "فلنولینک" کا فعل مضارع مؤکد بلام تاکید ونون ثقیلہ ہے۔ اس سے مضارع کے معنی میں تاکید پیدا ہو جاتی ہے اور وہ زمانہ مستقبل کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے۔ اس امر کی رعایت ہمیں مولانا مودودیؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ کے ان تراجم میں نظر آتی۔ مولانا مودودیؒ نے اس کا ترجمہ زمانۂ حال میں کیا ہے جبکہ مولانا آزادؒ نے اس فعل مضارع مؤکد کا ترجمہ اسم فاعل کے طور پر کیا ہے۔ مولانا امرتسریؒ نے عربی زبان وقواعد کے التزام کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔

سورۃ النساء کی آیت ۱۷ اور اس کے تراجم ملاحظہ فرمائیے:

﴿ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَأُوْلٰئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْماً حَكِيْماً ﴾ (۱۴۲)

ا۔ مولانا مودودیؒ اس آیت کا ترجمہ فرماتے ہیں:

"ہاں! یہ جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انہی لوگوں کے لیے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی برا فعل کر گزرتے ہیں اور اس کے بعد جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظر عنایت سے پھر متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ ساری باتوں کی خبر رکھنے والا اور

حکیم و دانا ہے''(۱۴۳)

۲۔ مولانا آزادؒ نے ''ترجمان القرآن'' میں اس کا یہ ترجمہ کیا ہے:

''البتہ یاد رہے کہ اللہ کے حضور توبہ کی قبولیت انہی لوگوں کے لیے ہے جو برائی کی کوئی بات نادانی و بے خبری میں کر بیٹھتے ہیں اور پھر فوراً توبہ کر لیتے ہیں (اور ان کا ضمیر اپنے کیے پر پشیمانی محسوس کرتا ہے) تو بلاشبہ ایسے ہی لوگ ہیں کہ اللہ بھی (اپنی رحمت سے) ان پر لوٹ آتا ہے اور وہ یقیناً سب کچھ جاننے والا اور (اپنے احکام میں) حکمت رکھنے والا ہے''(۱۴۴)

۳۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی ''تفسیر ثنائی'' میں یہ ترجمہ درج ہے:

''صرف انہی لوگوں کی توبہ خدا کے ہاں مقبول ہے جو غلطی سے بُرے کام کرتے ہیں اور پھر جلدی توبہ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو خدا معاف کر دیتا ہے اور خدا کو سب کچھ معلوم ہے اور وہ بڑی حکمت والا ہے'(۱۴۵)

مولانا نے اس آیت کا ترجمہ بامحاورہ اور باقی تراجم سے زیادہ سلاست والا کیا ہے۔

ثنائی ترجمہ پر علماء کا تبصرہ:

حافظ محمد یوسف صلاح الدین فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے نصف صدی سے زیادہ تحریر و تقریر سے اسلام کی جو بیش بہا خدمت انجام دی ہے وہ زمانہ کی پیشانی پر ہمیشہ نقش و ثبت رہے گی۔ مولانا امرتسریؒ کی دینی خدمات اور اسلامی کارناموں نے امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ کی یاد تازہ کر دی، مولانا کی تصنیفات و تالیفات آج بھی مسلمانوں ہی کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے مشعل راہ اور چراغ منزل ہیں۔ مولانا امرتسریؒ نے قرآن پاک کا ترجمہ و تفسیر لکھ کر تمام انسانوں پر احسان عظیم فرمایا۔''(۱۴۶)

مولانا محمد صادق سیالکوٹیؒ فرماتے ہیں:

''ہمیں امید ہے کہ یہ ترجمہ و حواشی مسلمانوں کی کتاب و سنت کی روشنی میں پوری طرح رہنمائی کریں گے اور مسلمان اس نعمت عظمیٰ کو سر آنکھوں پر رکھیں گے۔''(۱۴۷)

مولانا ظفر عالم آپ کے علمی خزانے کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

''ثنائی ترجمہ والا قرآن اور اس کی تفسیر ایک علمی خزانہ ہے خود پڑھیئے اور دوسروں کو بھی اس کی رغبت دلایئے۔'' (۱۴۸)

مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی کا آپ کے ترجمے کے بارے میں تجزیہ کچھ اس طرح سے ہے:

''ترجمہ اصل قرآن نہیں ہے۔مولانا ثناء اللہؒ کا ترجمہ بھی آخر ترجمہ ہی ہے قرآن کا متن تو نہیں ہے لیکن بعض امور میں وہ عام ترجموں سے بہت ممتاز اور قابل تعریف ہے۔مثلاً اس کی زبان بہت سادہ اور عام فہم ہے۔'' (۱۴۹)

عبدالآخر خان نے فرمایا:

''مولانا امرتسریؒ مرحوم نے اپنے اس ترجمہ وتفسیر میں قرآن پاک کے وہ معانی ومطالب بیان کیے ہیں جو عین حقیقت اور ادیان باطلہ کے لیے ایٹم بم کا کام دیتے ہیں۔'' (۱۵۰)

مولانا عبداللطیف میمن نے ثنائی ترجمہ پر ان الفاظ میں تبصرہ فرمایا:

''قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا عوام وخواص سب کے لیے واقعی ایک تحفہ بے بہا ہے ترجمہ وتفسیر کی سلاست نہایت دل آویز، حواشی پُراز معلومات مع حوالہ جات ہیں۔'' (۱۵۱)

عبدالجلیل رحمانی فرماتے ہیں:

''مولانا امرتسریؒ کا ترجمہ سارے تراجم میں وہی نمایاں خصوصیت رکھتا ہے جو خصوصیت وامتیاز خود مصنف کو اپنے ہم عصر اکابر فضلاء میں حاصل رہا۔'' (۱۵۲)

آج قرآن مجید کے ترجموں کی کمی نہیں ہے لیکن کتاب الٰہی کا وہ صحیح مفہوم جس کو صاحب وحی کی تصدیق اور سلف صالحین کی تائید بھی حاصل ہو جو زبان وبیان کے لحاظ سے بھی شگفتہ اور سلیس ہو، ان تمام باتوں کی مراعات کے ساتھ اگر کوئی ترجمہ اور حاشیہ قابل اعتماد ہوسکتا ہے تو وہ یہی مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا ترجمہ اور حاشیہ ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ عبدالمجید سوہدروی، سیرۃ ثنائی (مکتبہ قدوسیہ، لاہور ۱۹۸۹ء، اشاعت اول) ص ۶۹۔
۲۔ فضل الرحمٰن بن میاں محمد، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (دارالدعوۃ السلفیۃ، لاہور، ۱۹۹۴ء طبع خامس) ص ۲۸۔
۳۔ ایضاً، ص ۳۰ ۴۔ سیرۃ ثنائی، ص ۸۶-۸۷۔
۵۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، نور توحید، ص ۳۹۔ ۶۔ سیرۃ ثنائی، ص ۸۸-۸۹۔
۷۔ ایضاً، ص ۹۳۔
۸۔ ابو یحییٰ امام خان نوشہروی، نقوشِ ابوالوفا (ادارہ ترجمان السنہ، لاہور، ۱۹۶۹ء) ۲۳/۱۔
۹۔ سیرۃ ثنائی، ص ۴۴۔
۱۰۔ فضل الرحمٰن، مولانا ثناء اللہ امرتسری، ص ۴۵-۵۱۔
۱۱۔ ایضاً، ص ۵۶۔
۱۲۔ قرآن مجید کی تفسیریں چودہ سو برس میں (سمینار مقالات) خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ص ۳۰۱۔ ۱۳۔ ایضاً، ص ۳۰۳۔
۱۴۔ ایضاً، ص ۳۱۱۔ ۱۵۔ سیرۃ ثنائی، ص ۲۴۷۔
۱۶۔ ایضاً، ۲۵۱۔
۱۷۔ نقوشِ ابوالوفا، ص ۱۷۔
۱۸۔ ایضاً، ص ۲۸۔
۱۹۔ مجلّہ معارف، مئی ۱۹۴۸ء، جلد ۶۱، شمارہ نمبر ۵۔
۲۰۔ سیرۃ ثنائی، ص ۲۷۹-۲۸۵۔
۲۱۔ مجلّہ فکر و نظر، برصغیر میں مطالعہ قرآن نمبر (ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، جنوری ۱۹۹۹ء تا

جون ۱۹۹۹ء) ص ۳۱۲۔

۲۲۔ ڈاکٹر احمد خان، قرآن کریم کے اردو تراجم (مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء) ص ۲۲۷۔

۲۳۔ فضل الرحمٰن بن میاں محمد، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری، ص ۱۳۸۔

۲۴۔ مولانا ثنا اللہ امرتسریؒ، تفسیر ثنائی (ادارہ ترجمان السنہ، لاہور ۱۹۷۱ء، طبع دوم) ۱/۲۴۔

۲۵۔ الاحزاب: ۴۵۔

۲۶۔ احمد رضا بریلوی، کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن (ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور) ص ۵۰۹۔

۲۷۔ الشّمس: ۵-۷۔

۲۸۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا (ادارہ اشاعتِ دین، دہلی ۱۳۸۵ھ، طبع ششم) ص ۷۱۲۔

۲۹۔ قریش: ۱-۲۔

۳۰۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا، ۷۱۸۔

۳۱۔ محمد شکیل عزح، قرآن مجید کے آٹھ منتخب اردو تراجم کا تقابلی جائزہ (دارلتذکیر، لاہور) ص ۲۴۵۔

۳۲۔ اللھب: ۱۔

۳۳۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا، ص ۷۲۰۔

۳۴۔ المطففین: ۲۷-۲۸۔

۳۵۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا، ص ۷۰۵۔

۳۶۔ قرآن مجید کے آٹھ منتخب اُردو تراجم کا تقابلی مطالعہ، ص ۱۵۸۔

۳۷۔ انشقاق: ۱۶۔

۳۸۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا، ص ۷۰۶۔

۳۹۔ قرآن مجید کے آٹھ مختلف اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ، ص ۱۶۲۔

۴۰۔ النساء: ۲۸

۴۱۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا، ص ۹۹۔

۴۲۔ الفاطر:۴۔

۴۳۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۵۲۱۔

۴۴۔ النساء:۱۲۸۔

۴۵۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۱۱۷۔

۴۶۔ بنی اسرائیل:۲۹۔

۴۷۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۳۴۱۔

۴۸۔ لقمان:۱۸۔

۴۹۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۴۹۴۔

۵۰۔ الملک:۵۔

۵۱۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۶۷۴۔

۵۲۔ البلد:۱۱

۵۳۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۷۱۱۔

۵۴۔ البلد:۱۴-۱۵۔

۵۵۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،۷۱۱۔

۵۶۔ التوبہ:۴۰۔

۵۷۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۲۳۱۔

۵۸۔ الحجر:۴۹۔

۵۹۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،،ص ۳۱۷۔

۶۰۔ الحجر:۵۰۔

۶۱۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۳۱۷۔

۶۲۔ البقرہ:۵۰۔

۶۳۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۱۰۔

۶۴۔ البقرہ:۶۳۔

۶۵۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۱۲۔

۶۶۔ البقرہ:۲۱۔

۶۷۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۵۔

۶۸۔ المائدہ:۳۵۔

۶۹۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۱۳۵۔

۷۰۔ البقرہ:۲۶۶۔

۷۱۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۶۔

۷۲۔ البقرہ:۲۲۱۔

۷۳۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۴۰۔

۷۴۔ زمخشری، الکشاف، ۱/ ۱۷۸۔

۷۵۔ آل عمران:۵۴۔

۷۶۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۶۷۔

۷۷۔ القلم:۴۵۔

۷۸۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۶۷۸۔

۷۹۔ الانبیاء:۵۷۔

۸۰۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۳۹۱۔

۸۱۔ الانفال:۱۸۔

۸۲۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۲۱۳۔

۸۳۔ البقرہ:۱۵۔

۸۴۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۵۔

۸۵۔ البقرہ:۱۴۔

۸۶۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص۵۔
۸۷۔ الحجر:۹۵-۹۶۔
۸۸۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص۳۱۹۔
۸۹۔ النساء:۱۳۵۔
۹۰۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص۱۱۸۔
۹۱۔ الانعام:۳۸۔
۹۲۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص۱۵۸۔
۹۳۔ الانعام:۹۳۔
۹۴۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص۱۶۶۔
۹۵۔ الانفال:۴۶۔
۹۶۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص۲۱۹۔
۹۷۔ ہود:۱
۹۸۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص۲۶۴۔
۹۹۔ محمد:۲۰۔
۱۰۰۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص۶۱۰۔
۱۰۱۔ آل عمران:۷۔
۱۰۲۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص۵۹۔
۲۰۳۔ طٰہٰ:۱۲۱۔
۱۰۴۔قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص۳۸۳۔
۱۰۵۔ طٰہٰ:۱۱۵۔
۱۰۶۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص۳۸۲۔
۱۰۷۔ البقرہ:۱۵۱۔
۱۰۸۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص۲۷۔
۱۰۹۔ البقرہ:۲۳۱۔
۱۱۰۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص۴۳۔
۱۱۱۔ البقرہ:۱۵۱۔
۱۱۲۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص۴۸۔
۱۱۳۔ البقرہ:۲۶۹۔
۱۱۴۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص۵۴۔
۱۱۵۔ امرتسری،احمد دین ،خواجہ تسہیل برہان القرآن (دوست ایسوسی ایٹس،لاہور) ص۲۶۹۔
۱۱۶۔ یٰسین:۱۔
۱۱۷۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص۵۲۷۔
۱۱۸۔ یونس:۱۔
۱۱۹۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص۲۴۸۔
۱۲۰۔ آل عمران:۵۸
۱۲۱۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص۶۷۔
۱۲۲۔ الصّٰفّٰت:۲۔

۱۲۳۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۵۳۵۔
۱۲۴۔ شاہ عبدالقادرؒ، القرآن الحکیم مع ترجمہ وتفسیر موضح القرآن (تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی)، ص ۷۳۷۔
۱۲۵۔ الصّٰفّٰت: ۱۰۔
۱۲۶۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۵۳۵۔
۱۲۷۔ شاہ عبدالقادرؒ، القرآن الحکیم مع ترجمہ وتفسیر موضح القرآن، ص ۷۳۸۔
۱۲۸۔ مریم: ۸۳۔
۱۲۹۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۳۷۳۔
۱۳۰۔ شاہ عبدالقادرؒ، القرآن الحکیم مع ترجمہ وتفسیر موضح القرآن، ص ۵۱۵۔
۱۳۱۔ النبا: ۲۸۔
۱۳۲۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۶۹۹۔
۱۳۳۔ شاہ عبدالقادرؒ، القرآن الحکیم مع ترجمہ وتفسیر موضح القرآن، ص ۹۷۶۔
۱۳۴۔ الفاتحہ: ۱۔
۱۳۵۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، تفہیم القرآن (ادارہ ترجمان القرآن، لاہور) ۱/ ۴۳۔
۱۳۶۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ، تفسیر ترجمان القرآن (اسلامی اکادمی، لاہور) ۱/ ۲۲۶۔
۱۳۷۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۲۔
۱۳۸۔ البقرہ: ۱۴۴۔
۱۳۹۔ تفہیم القرآن، ۱/ ۱۲۱۔
۱۴۰۔ ترجمان القرآن، ۱/ ۲۵۸۔
۱۴۱۔ قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا ،ص ۲۶۔
۱۴۲۔ النساء: ۱۷۔
۱۴۳۔ تفہیم القرآن، ۱/ ۳۳۲۔
۱۴۴۔ ترجمان القرآن، ۱/ ۳۶۳۔

۱۴۵۔ قرآن مجید ترجمہ ثنائی والا،ص۹۵۔

۱۴۶۔قرآن مجید ثنائی ترجمہ والا،ص۲۱۔

۱۴۷۔ایضاً۔

۱۴۸۔ ایضاً:ص۲۲۔

۱۴۹۔ ایضاً:ص۲۲-۲۳۔

۱۵۰۔ایضاً:ص۱۸۔

۱۵۱۔ ایضاً:ص۱۷۔

۱۵۲۔ایضاً:ص۱۵۔